سید محمد کفیل بخاری

امرتسر میں خلیفۂ قادیان کی آمد......اور

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا تعاقب

خطیب الاُمّت ، بطلِ حریت ، امیر شریعت ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز سامراج اور اس کے خود کاشتہ پودے فتنۂ ارتدادقادیانیت کے خلاف جو جہاد کیا وہ تاریخ کا زرّیں باب ہے۔ محدّثِ کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مارچ ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ اجتماع میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر پانچ سو علماءِ حق کی معیت میں بیعت کر کے اُنھیں امیر شریعت منتخب کیا اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب ومحاسبہ اور بیخ کنی کی ذمہ داری اُنھیں سونپی۔ اگر چہ حضرت امیر شریعت اپنے زمانۂ طالب علمی ۱۹۱۴ء سے ہی امرتسر میں قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند کیے ہوئے تھے لیکن حضرت علامہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سرپرستی میں مجلس احرارِ اسلام کے سٹیج سے قادیانیت کا عوامی اور اجتماعی محاسبہ کر کے انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ کیا بلکہ قادیانیت کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلت ورسوائی کے گڑھے میں پھینک دیا۔

مرزا قادیانی کا جانشین بیٹا موسیو مرزا بشیر الدین محمود ۱۹۲۰ء میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے امرتسر آیا تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر اس کے دجل و کذب کا پردہ چاک کیا اور اُسے جلسہ چھوڑ کر فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ ذیل میں اس تاریخی واقعہ کی ایمان افروز روداد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جو اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر ۳۰ر اپریل ۱۹۲۰ء کو شائع ہوئی۔ اس واقعہ کو خود حضرت امیر شریعت نے بھی ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا، جسے آپ کے فرزند حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مرتبہ کتاب ''بخاری کے زمزمے'' (خطباتِ امیر شریعت) کے آغاز میں نقل کیا ہے۔ اس تاریخی واقعہ کو دونوں حوالوں سے قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔ نیز ابنِ امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۶ر نومبر ۱۹۸۷ء کو کیمبرج یونیورسٹی ہال (برطانیہ) میں منعقدہ قادیانیوں کے ایسے ہی ایک جلسے کو قرآن کریم کی تلاوت کر کے درہم برہم کر دیا تھا اور قادیانی سٹیج چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب کی جدوجہد کے ان تاریخی اور واقعات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

''فروری ۱۹۲۰ء کے آخری عشرہ میں خلیفہ قادیان مرزا محمود صاحب امرتسر وارد ہوئے۔ ۲۲، ۲۳ر فروری کو ان کے لیکچروں کا پروگرام اور انتظام تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ان دنوں امروہہ اور شاہجہان پور تشریف لے گئے تھے۔ جہاں

پبلک خطابات کے علاوہ آریوں سے مناظرہ کی بھی مصروفیات تھیں۔ امرتسر میں خلیفہ قادیان کے مقابل (امیر شریعت) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے موچہ جمایا۔ ۲۳رفروری ۱۹۲۰ء کی دوپہر کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بھی وطن واپس پہنچ گئے۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے اسٹیشن ہی پر ملاقات کی اور صورت حال سے آگاہ کر کے ساڑھے سات بجے شام کے جلسہ کا اعلان وانتظام کر دیا۔ پبلک کا زبردست ہجوم تھا۔ مولانا نے قادیانیت کی قلعی اچھی طرح کھولی۔ دوسرے روز ۲۴رفروری کو محلّہ کٹڑہ بھائی میں بھی ایک زبردست جلسہ ہوا۔

ایک طرف مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا امرتسریؒ مرزا محمود کا ''استقبال'' اپنی تردیدی سرگرمیوں سے کر رہے تھے۔ دوسری طرف عامۃ المسلمین نے ان کا ''استقبال'' ایک دوسرے اور نرالے ہی ڈھنگ سے کر ڈالا۔ یعنی خلیفہ صاحب کی تقریروں کے دوران نہ صرف یہ کہ آوازیں کسی گئیں۔ بلکہ ان پر اینٹ، کنکر بھی پڑے اور بے چارے خلیفہ صاحب کو اپنے باپ کی طرح بہت بے آبرو ہو کر امرتسر سے نکلنا پڑا۔

اس واقعہ پر ابھی پورے دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ۱۴راپریل ۱۹۲۰ء کو خلیفۂ قادیانی پھر امرتسر وارد ہوئے۔ اس وقت چونکہ پورے ہندوستان میں انگریزی استعمار کے خلاف ہلچل مچی ہوئی تھی جس کا مرکز ثقل جلیانوالہ باغ کے تازہ بتازہ خونیں حادثے کے نتیجے میں......شہر امرتسر تھا۔ اس لیے قادیانیوں نے اعلان کیا کہ خلیفہ صاحب، وزیر اعظم انگلستان مسٹر لائڈ جارج کے بیانات کا جواب دیں گے۔ قادیانی حضرات چونکہ انگریزوں کے بے دام غلام اور ان کے آزیری آلہ کار تھے اس لیے وزیر اعظم انگلستان کے خلاف بولنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہاں اس فریب کے ذریعے قادیانیوں نے عوام کی ایک خاصی بڑی تعداد جمع کر لی اور خود مسلح ہو کر جلسہ گاہ ''بندے ماترم ہال'' میں پہنچے۔ اور سیاسی موضوع کے بجائے اپنے مذہب کے فروغ کے سلسلے میں تقریر شروع کر دی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حاضر تھے۔ خلیفہ صاحب نے اثنائے تقریر میں ایک حدیث بیان کی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حوالہ مانگا۔ خلیفۂ قادیان حوالہ نہ دے سکے۔ پندرہ منٹ گزر گئے اور خلیفۂ قادیان حیران و ششدر کھڑے رہے۔ اس کے بعد ہنگامہ آرائی کی شکل پیدا ہوگئی۔ لیکن مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے عوام پر کنٹرول رکھتے ہوئے اپنا مطالبہ جاری رکھا۔ اور جب میاں محمود بالکل مبہوت رہ گئے تو مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے باہر نکل کر اور عوام کو باہر آنے کا اشارہ کر کے ''بندے ماترم ہال'' کے متصل اس طرح اپنا جلسہ جما دیا کہ قادیانی حضرات باہر نہ آسکے۔ خلیفہ صاحب اپنے مریدوں اور پولیس کے حفاظتی نرغے میں اپنی قیام گاہ پر پہنچائے گئے۔ جہاں سے انھوں نے اپنے والد کی طرح بہت بے آبرو ہو کر راتوں رات بذریعہ ٹرین امرتسر سے کوچۂ قادیان کا رخ کیا۔ عین اس وقت جب کہ ''بندے ماترم ہال'' کے پاس قادیانیوں کے خلاف ہنگامۂ رسوائی برپا تھا مسجد شیخ خیر الدین مرحوم میں مولانا امرتسریؒ، خلیفۂ قادیان کے ''شایان شان'' استقبال کے طور پر عوام کے ایک بڑے مجمع کے سامنے قادیانی

مذہب اور قادیانی سیاست دونوں کی دھجیاں فضا میں بکھیر رہے تھے۔'' (اہلحدیث امرتسر، ۳۰/ اپریل ۱۹۲۰ء)

معرکۂ ختمِ نبوّت کی تفصیل۔ حضرت امیر شریعت کی زبانی:

''امرتسر میں حضرت مولانا ثناء اللہؒ نے مرزائیوں کے خلاف جو اہم کام سرانجام دیا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ میں گاہے ماہے ردِّ مرزائیت پر ان کے خطبات و بیانات سنتا رہتا۔ وہ دل میں اتر جاتے۔ اللہ نے مجھے بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ اب تو بیماری نے سب کچھ تباہ کر دیا۔ میری طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں ورزش بھی کرتا تھا۔ میرا جسم مضبوط اور گٹھا ہوا تھا۔ ایک دن میں پڑھ کے مسجد سے باہر نکلا تو سنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا بشیر الدین آج ''بندے ماترم ہال'' میں تقریر کرے گا۔ یہ ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے۔ ظہر ڈھل رہی تھی، میں بھی ہال میں پہنچا اور چاروں طرف نگاہ ڈالی تو کچھ شناسا چہرے بھی نظر آئے، میں بھی آگے بڑھ کے تقریباً وسط میں بیٹھ گیا۔ میرے دائیں بائیں کوئی تیس چالیس کے لگ بھگ کرزن کٹ داڑھی والے (قادیانی) نوجوان ہاکیاں ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے۔ میں ابھی جائزہ لے رہا تھا کہ عقبی دروازے سے مرزا بشیر ہال میں داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی خود ساختہ خطبہ پڑھا، پھر ایک حدیث پڑھی۔

لو کان موسٰی و عیسٰی حیین لما وسعہ الا اتباعی. اگر موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔

میں نے بجلی کی سی سرعت سے انتظار کیے بغیر کھڑے ہو کر کہا، حوالہ بتاؤ۔ مرزا بشیر نے میری بات کا نوٹس ہی نہ لیا۔ سنی ان سنی کر دی اور پھر ویسے ہی حدیث پڑھی۔ میں نے پھر کہا کہ حدیث درست پڑھو اور حوالہ بتاؤ۔ ایک مرتبہ تو مجھے یہ احساس دامن گیر ہوا کہ میں تنہا ہوں۔ پھر ایک انجانی سی طاقت نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کافر کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ باقی جو مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ان کے چہروں پر بھی رونق و فرحت کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے تیسری مرتبہ جب حدیث کو غلط پڑھا تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے پوری قوت کو آواز میں جمع کر کے کہا کہ حدیث صحیح پڑھو اور حوالہ بتاؤ۔ ورنہ ایک لفظ بھی آگے کہنے نہ دوں گا۔ کیا بتاؤں کہ اللہ نے مجھ ایسے کوڑھی کو کیا عزت عطا فرمائی۔ یہ کہہ کے میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ مرزا بشیر الدین کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔ وہ الٹے پاؤں مڑا اور عقبی دروازے سے نکل بھاگا۔ جو مسلمان پہلے سے وہاں موجود تھے انھوں نے اس شان سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ بندے ماترم ہال کے در و دیوار بھی اللہ اکبر کی گونج سے گویا لرز لرز گئے۔ پھر میں اسی سٹیج پر چڑھ گیا۔ میں نے پہلے قرآنِ حکیم کی تلاوت کی۔ پھر صحیح حدیث پڑھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و امین نے فرمایا:

لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لِمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ. (مشکوٰۃ) اگر موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارۂ کار نہ ہوتا۔

مرزا بشیر الدین نے اپنے کذاب باپ کی طرح حدیث میں ترمیم کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس نے عیسیٰ کا لفظ حدیث میں صرف اس لیے بڑھایا ہے کہ ثابت کیا جا سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت آ چکی ہے، اگر وہ زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔ اب چونکہ وہ زندہ نہیں ہیں اور وہ مر چکے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ وہ آسمانوں پر زندہ موجود ہیں غلط ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اشارہ تک نہیں چہ جائیکہ نام لیا گیا ہو اور ان کی موت کی صراحت کی گئی ہو۔ اگر جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر کرنا ہوتا تو اس وقت کرتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بنو ثقیف آیا تھا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا تھا:

اَلَسْتُمْ تَعَلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اِنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاء. کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو فنا آئے گی۔

(تفسیر درمنثور، ج:۲،ص:۲۰۳۔ تفسیر کبیر، ج:۲،ص:۳۸۸۔ تفسیر ابی المسعود، ج:۲،ص:۱۷۷)

اگر عیسیٰ علیہ السلام موت کا جامِ فنا پی چکے ہوتے تو حضور علیہ السلام رفعِ عیسیٰ کے چھ سو برس بعد بھی مستقبل کے صیغہ یـأتـی سے موت کی آمد کا اظہار نہ فرماتے۔ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے جھوٹے اور خارج از اسلام ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

میں نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

حضرات! ایک اور بات انتہائی توجہ کے قابل ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (بخاری) جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا۔

اس حدیث کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ جو بات میں نے نہیں کی، وہی بات کوئی شخص دیدہ و دانستہ میری طرف منسوب کر کے اسے حدیثِ رسول بنائے وہ جہنمی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے نہایت ہی نامحمود عمل سرانجام دیا اور بہت ہی مردود بات کی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی بات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے صریح کذب و کفر کا ارتکاب کیا ہے جو اس کے جہنمی ہونے کی صریح دلیل ہے۔ باپ اکذب، بیٹا کذاب اور متبعین دنیا و آخرت میں تباہ و برباد، خستہ و خراب اور مستحقِ عذاب۔

میری اس بے باکی، جرأت و بے خوفی پر مسلمانوں نے بڑھ کر میرا منہ ماتھا چوما۔ نعرہ ہائے تکبیر، اللہ اکبر اور ختمِ نبوّت زندہ باد بلند کیے اور مجھے کندھوں پر اٹھا لیا۔ مرزا بشیر الدین تو پہلے ہی بھاگ گیا تھا بعد میں اُس کے پیروکار قادیانی بھی فرار ہو گئے۔ (بخاری کے زمزمے، اپریل ۱۹۸۴) مرتب: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ)